أحكام الجنائز ومسائلها

جنازے کے احکام ومسائل

اعداد

ابو اسعد قطب محمد اثری

نظر ثانی

ذاکر حسین وراثت اللہ

ناشر

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد توعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیماری کی حکمت اور اس کے چند فوائد

انسانی زندگی خوشی اور غمی سے بٹی ہوئی ہے، لیکن مرد مومن کے حق میں دونوں ہی باعث خیر وبھلائی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لأَحَدٍ إِلا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ» ''مومن کا معاملہ بھی خوب ہے، اس کا ہر حال ہی بہتر ہوتا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں، اگر خوشی نصیب ہو تو شکر گذار ہوتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے''۔(صحیح مسلم: ۲۹۹۹)۔

ایک دوسری روایت میں ابو بردہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے بارہا سنا وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا». ''جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے ان تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنھیں اقامت یا صحت کے وقت یہ کیا کرتا تھا''۔(صحیح البخاری: ۲۹۹۶)

بیماری انسان کو غفلت سے بیدار کرتی ہے

آدمی جب صحت مند ہوتا ہے تو زندگی کی گوناگوں لذتوں وشہوتوں میں ڈوبا ہوتا ہے اور خود اس کی اور دنیا کی حقیقتیں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں، حتی کی اپنے مولائے حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھتا ہے، اس کی نادانی اور غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان اسے گناہ ومعصیت کے سمندر میں ڈھکیل دیتا ہے، پھر جب اللہ اسے کسی بیماری وغیرہ دیگر آزمایشوں میں ڈال دیتا ہے یا کسی طوفاں سے آشنا کر دیتا ہے تب اسے اپنی ناتوانی اور اللہ کی محتاجی کا احساس ہوتا ہے، اپنی کوتاہی اور کمی کا شعور بیدار ہوتا ہے پھر اپنے کرتوتوں پر پشیماں ہو کر اپنے مولائے کریم کی طرف روتے وگڑگڑاتے اور معافی کا طلب گار ہو کر واپس آجاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَعَسَىٰٓ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـًٔا وَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـًٔا وَهُوَ شَرّٞ لَّكُمۡۚ﴾ [البقرة: ٢١٦]

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمھارے لیے بری ہو حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو''۔

بیماری گناہوں کے لئے کفارہ ہے

ایک حدیث میں اللہ کے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا» ''جس مسلمان کو بیماری یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو اس طرح گرادیتے ہیں جیسی درخت اپنے پتوں کو گرادیتا ہے''۔(صحیح البخاری: ۵٦٤٨)

ایک دوسری حدیث میں رسول مکرم ﷺ نے فرمایا: «إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ، حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا ہی میں جلد سزا دے دیتا ہے اور جب اپنے کسی بندے کے

ساتھ شر (برائی) کا ارادہ کرتاہے تو اس کے گناہوں کی سزا کو روکے رکھتاہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پوری پوری سزادیتاہے''۔(سنن الترمذی:٢٣٩٦)(صحیح)

بیماری سے غم خواری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

اللہ سبحانہ تعالی کی حکمتوں میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی مختلف قسم کی نعمتوں کو نواز کر اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں کا الگ الگ انداز سے احساس جتلاتا ہے تاکہ وہ اس کے سچے شکر گذار اور ماضی وحال کی نعمتوں کو سامنے رکھ کر اس کی نعمتوں کو یاد کر سکیں اور کبھی مختلف قسم کی بیماریوں سے آزمایش میں ڈال کر صحت کی قیمت کا اندازہ لگواتا ہے اور اس وقت کو یاد دلاتا ہے جب صحت کی حالت میں وہ غفلت کے شکار تھے اور اپنے دوسرے بھائیوں کی بیماری دیکھ کر نصیحت نہیں حاصل کر رہے تھے، اب جب کہ وہ اس کے شکار ہوئے تو دل سے کبر ونخوت، عجب وحسد، سختی وتنگی سب نکل گئی اور دل کی تمام مذموم اخلاقی بیماریاں دور ہو گئیں اور وہی دل نرمی، محبت اور غم خواری میں تبدیل ہو گیا، جیسے موجودہ دور میں ہم خوش حالیوں پر شاداں وفرحاں ہوتے ہیں اسی طرح سلف صالحین مرض وفقر کی آزمایشوں سے خوش ہوتے تھے جیسا کہ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ». ''اور بعض آزمایش سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم میں سے کوئی مال ودولت ملنے پر خوش ہوتا ہے'' (سنن ابن ماجہ: ٤٠٢٤)(صحیح)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم میں پہلے کے لوگ جب انھیں کوئی مصیبت دامن گیر ہوتی تو وہ اسے اپنے حق میں خوش حالی شمار کرتے اور جب انھیں خوش حالی میسر آتی تو اسے اپنے حق میں بلاو آزمائش شمار کرتے۔

علاج ومعالجہ کی شرعی حیثیت

علاج و معالجہ کرنا یہ توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات علاج کرنا حد وجوب تک پہنچ جاتا ہے، بس اتنی بات ضرور یاد رہنی چاہئے کہ اللہ سے شفا کی کامل توقع اور امید رکھتے ہوئے بطور اسباب علاج ومعالجہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیونکہ اصل شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوائیں وغیرہ محض اسباب ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً». ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے''(صحیح البخاری:٥٦٧٨)

علاج کے ناجائز طریقے

ان تمام چیزوں سے علاج کرنا حرام ہے جو عقیدہ کی بربادی کا باعث بنے:

١-گلے میں یا ہاتھ و کمر میں تعوذیں یا کالے دھاگے وغیرہ لٹکا کر نظر بد یا بلاوؤں کا علاج کرنا حرام ہے اللہ کے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: «من علق تميمة فقد أشرك». ''جس نے (علاج یا بیماری سے تحفظ کی غرض سے کوئی منکا یا) تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا''(مسند احمد:١٥٦/٤) صحیح،(الصحیحۃ: ٤٩٢)

٢-ایسے ہی جادو گروں کے پاس جانا، کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا، تعویذ گنڈا کرنے والوں کے پاس جانا، غیر اللہ کے نام ذبیحہ کرنا، وغیرہ یہ سارے کے سارے علاج کے ناجائز طریقے ہی نہیں بلکہ انسان کو شرک تک پہنچانے والے عمل ہیں۔

٣-حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرنا جائز نہیں جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ» ''بلا شبہ

اللہ تعالی نے تمہاری شفاان اشیاء میں نہیں بنائی جنہیں تم پر حرام کیا ہے"(صحیح البخاری: ٥٦١٤)

اور اس کی وضاحت ایک حدیث میں یوں ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شراب کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا، یا اس کا بنانا ناپسند کیا، تو طارق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس سے دوا بناتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إنه ليس بدواء ولكنه داء». "یہ دوا نہیں ہے بلکہ یہ تو بیماری ہے"(صحیح مسلم: ١٩٨٤)۔

علاج کے جائز طریقے

*دم (جھاڑ پھونک) کے ذریعہ علاج کرنا: دم کے ذریعہ علاج کرنا شریعت نے جائز کیا ہے لیکن اسے تین شرطوں سے مشروط کیا ہے: ایک تو یہ کہ وہ اس بات کا اعتقاد نہ رکھے کہ بغیر اللہ کے وہ بذات خود نفع بخش ہے، اگر اس طرح کا اعتقاد ہے تو حرام ہی نہیں بلکہ شرک ہے، حقیقت میں اس کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ یہ محض سبب ہے اور اللہ کے حکم کے بغیر ذرا بھی نفع بخش نہیں ہو سکتا، دوسری شرط یہ ہے کہ جھاڑ پھونک شریعت کے مخالف نہ ہو یعنی ایسی دعا نہ ہو جس میں غیر اللہ کو پکارا جارہا ہو یا پھر جنوں سے مدد مانگی جارہی ہو یا اس

جیسا ان تمام صورتوں میں جھاڑ پھونک حرام ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ دم میں پڑھی جانے والی دعائیں معروف ہوں اور ان کا معنی ومطلب بھی واضح ہو، اگر وہ طلاسم یا بے معنی ادا کئے جانے والے منتروں کے قبیل سے ہے تو ناجائز اور حرام ہے۔

*کلونجی کے ذریعہ علاج کرنا۔

*سنائے مکی اور زیرہ سے علاج کرنا۔

*شہد سے علاج کرنا۔

*آب زمزم سے علاج کرنا۔

*اثمد سرمہ سے علاج کرنا۔

*مہدی سے علاج کرنا۔

*زخم سے خون روکنے کے لئے داغ کر علاج کرنا۔

*پچھنے لگوا کر علاج کرنا۔

*عجوۃ کھجور سے علاج کرنا۔

نیز تمام حلال چیزوں سے علاج کرنا چاہے اس کا تعلق انگریزی دواؤں سے ہو یا حکمت وآرویدی یا ہومیوپیتھک سے ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مریض کی عیادت کا حکم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ». ''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، دعوت قبول کرنا، جسے چھینک آئے اسے یرحمک اللہ کہنا'' (صحیح البخاری: ۱۲٤۰)۔

ایک دوسری حدیث جسے براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

«أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالإِسْتَبْرَقِ». ''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں آپ نے حکم دیا تھا: جنازے کے ساتھ چلنے کا مریض کی مزاج پرسی (عیادت) کا دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پوری کرنے کا، سلام کے جواب دینے کا، چھینک

پر ''یرحمک اللہ'' (اللہ تم پر رحم کرے) کہنے کا اور آپ نے ہمیں منع کیا تھا: چاندی کا برتن (استعمال میں لانے) سے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریشم اور دیباج (کے کپڑوں کے پہننے) سے، قسی سے، استبرق سے'' (صحیح البخاری: ١٢٣٩)

عیادت کرنے کی فضیلت

ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ». ''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ وہاں سے لوٹ آئے'' (صحیح مسلم: ٢٥٦٩)۔

ایک دوسری روایت جس میں علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً، إِلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ. وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً، إِلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ. وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ». ''جو مسلمان بھی کسی مسلمان کی صبح

کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہو گا''۔ (سنن الترمذی:969)(صحیح)

آداب عیادت

مریض کی عیادت کے چند شرعی آداب ہیں جنہیں بوقت عیادت ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے تاکہ مریض کو تکلیف نہ ہو:

*عیادت کے وقت مریض کو دعا دینا۔

*مریض کی پیشانی یا سینہ یا پیٹ پر ہاتھ پھیرنا۔

*سورہ فاتحہ یا ثابت شدہ دعائیں پڑھ کر دم کرنا۔

*مریض کے پاس اچھی بات کہنا۔

*مریض کو تسلی دینا۔

عیادت کے مسائل

* تین دن کے بعد عیادت کرنے والی بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بات جس حدیث کی روشنی میں کہی جارہی ہے وہ حدیث موضوع ہے۔(ملاحظہ ہو:ضعیف ابن ماجہ، حدیث نمبر ۳۰۲،الضعیفۃ:۱٤٥)۔

* عورت کا مرد کی عیادت کرنا جائز ہے(صحیح البخاری:٥٦٥٤)۔

* مشرک کی عیادت کرنا جائز ہے(صحیح البخاری:٥٦٥٧)۔

* مریض کا حال اس کے گھر والوں سے پوچھنا مستحب ہے (صحیح بخاری : ٦٢٦٦)۔

مریض کے فرائض

*صبر کرنااور تقدیر پر راضی رہنااور اپنے پروردگار کے بارے میں حسن ظن رکھناجیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لایَمُوتَنَّ أَحَدُکُمْ إلا وَھُوَ یُحْسِنُ بِاللَّهِ الظَّنَّ». ''تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھ کر۔(کہ اللہ مجھے معاف کردے گا)''(صحیح مسلم:۲۸۷۷)۔

*اللہ تعالی سے سچی توبہ کرناجیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ۳۱] ''اے مومنو! تم سب اکٹھے اللہ کی طرف رجوع کرو، تاکہ تم فلاح پاجاؤ''۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ». ''بے شک اللہ (عزوجل) اپنے بندے کی توبہ قبول کرتارہتاہے جب تک اس کی جان حلق میں نہ آجائے''۔(سنن ابن ماجہ:٤٢٥٣)(صحیح)

*موت سے پہلے اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لا يَكُونَ دِينَارٌ وَلا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ». ''اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی'' (صحیح البخاری: ۲٤٤۹)۔

*خوف اور امید کی درمیانی کیفیت میں رہے اور اپنی گناہوں پر اللہ کی سزا سے ڈرتا رہے اور ساتھ ہی اپنے رب کی رحمت کا امید وار بھی رہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: وَاللهِ! يَا رَسُولَ اللهِ! أَنِّي أَرْجُو اللهَ وَإِنِّي أَخَافُ

دُنُوبِي: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لاَ يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ، إِلاَّ أَعْطَاهُ اللهُ مَا يَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ». ''تم اپنے کو کیسا پارہے ہو؟اس نے عرض کیا: اللہ کی قسم، اللہ کے رسول ! مجھے اللہ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہاہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں اس جیسے وقت میں جس بندے کے دل میں جمع ہو جاتی ہیں تو اللہ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ اس سے امید رکھتاہےاور اسے اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈررہا ہوتاہے''۔(صحیح ترمذی:۹۸۳)

* موت کی تمنا ہر گز نہیں کرنی چاہئے خواہ مرض کتنا ہی سخت ہو، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لا بُدَّ فَاعِلا فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي». ''کسی تکلیف میں اگر کوئی شخص مبتلا ہو تو اسے موت کی تمنا نہیں کرنی چاہئے اور اگر کوئی موت کی تمنا کرنے ہی لگے تو یہ کہنا چاہئے، اے اللہ! جب تک زندگی

میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھ کو اٹھالے‘‘۔(صحیح البخاری:5671)

وصیت کے چند احکام

*مریض کو چاہئے کہ اگر اس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو تو اس کی وصیت ضرور کرے۔

*ثلث (ایک تہائی مال) سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں۔

*ورثاء کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔

*جو رشتہ دار وارث نہیں بنتے ان کے لئے وصیت کرنا جائز ہے۔

*وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا جائز نہیں۔

*ظالمانہ وصیت نا قابل قبول ہے۔

*سنت کے مطابق ورثاء کو تجہیز و تکفین کی وصیت کرنا مسنون و مستحب ہے۔

*وفات کے وقت اہل وعیال کو نہ رونے کی وصیت کرنا۔

*اپنی ناراض اولاد کو عاق کرنا جائز نہیں۔

قریب الموت شخص کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا اور دعا دینا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «لقنوا موتاكم لا إله إلا الله» ''قریب المرگ آدمی کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو''(صحیح مسلم:٩١٦)۔

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : «إذَا حَضَرتُمْ المريضَ أو الميتَ فقُولُوا خَيْرًا فإنّ الملائكةَ يُؤمنونَ عَلى مَا تَقولونَ». (صحیح مسلم:٩١٩)''جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس ہو تو صرف اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں''۔

قریب الوفات شخص کے پاس سورت یسین پڑھنے کا حکم

قریب المرگ شخص کے پاس سورت یسین کی تلاوت کرنا اور اس کا رخ قبلہ رو کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، سنن ابی داود میں اس سلسلے میں ایک حدیث مروی ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے، لہذا اس پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے اس کے متعلق مزید معلومات کے لئے (ملاحظہ ہو: ارواء الغلیل للالبانی:٣/١٥٠، حدیث نمبر ٦٨٨)۔

بلکہ ایک مشہور تابعی سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے قبلہ رخ کرنے کو ناپسند فرمایااور کہا: کیامرنے والا مسلمان نہیں ہے؟ واقعہ کچھ یوں ہے جسے زرعہ بن عبدالرحمن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب کی حالت مرض میں موجود تھا،اچانک ان پر غشی طاری ہوئی،ابو سلمہ کے کہنے پر ان کا بستر قبلہ رو کردیا گیا،جب ان کو افاقہ ہواتو پوچھا،آپ حضرات نے میرا بستر پھیرا ہے؟ کہنے لگے ہاں،انھوں نے ابو سلمہ کی طرف دیکھ کر کہا: میرا خیال ہے تم نے کروایاہے،ابو سلمہ نے جوابا کہا: ہاں، میں نے ہی کہا تھا، پھر سعید بن المسیب نے کہا: میرا بستر پہلے کی طرح کردیا جائے۔(مصنف ابن شیبہ ٧٦/٤ صحیح)۔

موت اور اس کے احکام

انسان کی عمر جتنی بھی لمبی ہو جائے اسے ایک نہ ایک روز مرنا ہے، اور دار العمل سے دار الجزاء منتقل ہونا ہے۔

موت کو یاد کرنا

مسلمان کے اوپر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ موت کو یاد رکھے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے اس کے اہل وعیال دوست واحباب چھوٹ جائیں گے اور دنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی بلکہ اس لئے کہ اس سے عمل کا موقع چھوٹ جائے گا اور آخرت کے لئے کھیتی نہیں کر سکے گا، لہذا وہ زیادہ سے زیادہ آخرت کی تیاری کرے اور اللہ کی طرف اپنا دل لگائے۔

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ موت کے وقت اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب مرے تو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۷)

موت کی تمنا کرنا

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «لا يتمنين أحدكم الموت لضر نزل به فإن كان لا بد متمنيا فليقل اللهم أحيني ما كانت الحياة خيرا لي وتوفني إذا كانت الوفاة خيرا لي» ''تم میں سے کوئی شخص کوئی تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنا اس کے لیے ضروری ہے تو یہ کہے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور اس وقت مجھے وفات دے جب وفات میرے لئے بہتر ہو''۔ (صحیح البخاری: ٦٣٥١، صحیح مسلم: ٢٦٨٠)

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ موت کی تیاری کرے، اس کو کثرت سے یاد کرے، موت کے لیے تیاری یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرے، آخرت کو ترجیح دے، ظلم نہ کرے، اللہ کی خوب عبادت کرے اور محرمات سے بچے۔ مریض کی عیادت کی جائے اسے توبہ کرنے اور وصیت کرنے کے لئے کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلْ إِنَّ ٱلْمَوْتَ ٱلَّذِى تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُۥ مُلَٰقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [الجمعة: ۸]

''کہہ دیجئے! کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ کر رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے تمام کام بتلادے گا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا۟ يُدْرِككُّمُ ٱلْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِى بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ ﴾ [النساء: ۷۸]''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آپکڑے گی گو تم مضبوط قلعوں میں ہو''۔

موت کی علامتیں

آدمی کی موت اس وقت پہچانی جاتی ہے جب اس کی دونوں کنپٹیاں دھنس جائیں، اس کی ناک ٹیڑھی ہو جائے، اس کی ہتھیلیاں علیحدہ ہو جائیں، اس کے پیر ڈھیلے ہو جائیں، اس کی نگاہ چڑھ جایئے، اس کا جسم ٹھنڈا ہو جائے، اس کی سانسیں بند ہو جائے۔

حسن خاتمہ کی علامت

۱-آدمی کا موت کے وقت کلمہ شہادت پڑھنا۔

۲-موت کے وقت مومن کی پیشانی پر پسینہ آنا۔

۳-میدان قتال میں شہادت کی موت حاصل کرنا۔

٤-اللہ کی راہ میں مورچہ پر رہتے ہوئے مرنا۔

٥-اپنے نفس یا مال یا اہل کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے مرنا۔

٦-نمونیہ یا ٹی بی میں مرنا۔

۷-طاعون، فالج ، پیٹ کی بیماری،ڈوب کر یا جل کر مرنا یا مکان گرنے سے ملبے کے نیچے دب کر وفات پانا۔

۹-عورت کا بچے کی پیدائش کے وقت مر جانا۔

۱۰-جمعہ کی رات یا دن میں فوت ہونا۔

وفات کے بعد حاضرین اور رشتہ داروں کی ذمہ داریاں

*جب مسلمان مر جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور بند کرتے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تشریف لائے تو اس وقت ان کی آنکھ کھلی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بند کر دیا اور فرمایا: «إن الرّوحَ إذا قُبضَ تَبعه البصرُ» ''بلا شبہ جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے'' (صحیح مسلم: ۹۲۰)۔

ایک دوسری حدیث میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر تشریف لائے اور ان کی آنکھیں بند کیں تو پھر یہ دعا فرمائی: «اللهم اغفر لأبي سلمة وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبة في الغابرين واغفر لنا وله يا رب العالمين» ''اے اللہ تو ابو سلمہ کو بخش دے، اس کے درجات ان لوگوں میں بلند کر دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے، اس کی قبر کشادہ کر دے، اس کی قبر میں نور پیدا کر دے اور پسماندگان میں تو اس کا خلف بنا دے اور ہمیں اور اسے اے رب العالمین بخش دے'' (صحیح مسلم: ۹۲۰)۔

☆ پھر اس کی داڑھی کسی پٹی سے باندھ دی جائے اور اس کے جوڑوں کو آہستہ آہستہ نرم وڈھیلا کر دیا جائے اور اسے زمین سے اٹھا کر چارپائی وغیرہ پر

رکھ دیا جائے اور اس کے کپڑے نکال دئے جائیں اور ایک کپڑے سے اسے ڈھانپ دیا جائے جو اس کے پورے بدن کو چھپالے۔

☆اس کا قرض جلد ادا کر دیا جائے اور اس کی وصیت نافذ کر دی جائے اور جلد از جلد اس کی تجہیز و تکفین کر دی جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لی جائے، جس شہر میں اس کا انتقال ہوا ہے وہاں دفن کر دیا ئے۔ دوسرے لوگوں کے لئے اس کا چہرہ دیکھنا، اس کو بوسہ لینا اور اس پر آنسو بہانا جائز ہے۔

☆میت پر اللہ تعالی کا اگر کوئی حق ہے تو اس کی ادائیگی واجب ہے جیسے زکاۃ، نذر، کفارہ، حج، اسکے ورثاء کے حقوق اور دوسرے قرض پر ترجیح دی جائے کیوں کہ اللہ تعالی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

احرام کی حالت میں فوت ہونے والے کا حکم

حالت احرام میں فوت ہونے والے کا چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی دوران احرام اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلا تُحَنِّطُوهُ وَلا

تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا». ”ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انھیں کفن دو اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ انھیں خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر چھپاؤ۔ کیوں کہ یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا“ (صحیح البخاری: ١٢٦٥)۔

موت کے اعلان کا حکم

لوگوں کو موت کی خبر دینا مباح ہے، تاکہ لوگ اس کے جنازہ میں شرکت کریں اور خبر دینے والوں کو چاہئے کہ لوگوں سے اس کے لئے استغفار کرنے کی درخواست کریں جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ». ”نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی موت کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ عید گاہ گئے۔ پھر صف بندی کرائی اور چار تکبیریں کہیں“۔ (صحیح البخاری: ١٣٣٣)

البتہ فخر ومباہات کے طور پر میت کی وفات کی خبر دینا منع ہے جیسا کہ دور جاہلیت میں تھا کہ لوگ کھلے عام اعلان کرتے پھرتے تھے، اس کی

وضاحت ایک حدیث میں آئی ہے جس کی روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت کے لئے (کھلے عام) اعلان کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے (ترمذی: ۹۸٦) (صحیح)۔

سوگ منانے کی شرعی حیثیت

شریعت میں عورت کے لئے اپنے بچے اور کسی اور کے انتقال پر تین دن سوگ منانا جائز ہے، اور اپنے شوہر پر چار مہینہ دس دن منانا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاثِ لَيَالٍ إلا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». "کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوا شوہر کے (کہ اس کا سوگ) چار مہینے دس دن کا ہے"۔ (صحیح البخاری: ۵۳۳٤)

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر عدت کے ایام میں زیب وزینت کے ملبوسات پہننا، مہندی لگانا، سرمہ ڈالنا، زیور پہننا اور خوشبو لگانا حرام ہے اور ساتھ ہی ساتھ بے ضرورت گھر سے باہر جانا بھی جائز نہیں ہے ہاں علاج ومعالجہ کے خاطر ہسپتال جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

میت کے اقرباء صبر کریں اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں: جب میت کے اقرباءاور دوسرے لوگوں کو میت کی وفات کی خبر ملے تو وہ صبر کریں اور اللہ کے فیصلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کریں اور کہیں: (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس کے ساتھ مصیبت زدہ یہ بھی پڑھے: «اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرًا منها».

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون) «اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرًا منها». تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت پر اس کو اجر دے گا اور اس کو اس سے بہت عطا کرے گا۔(صحیح مسلم:۹۱۸)۔

اولاد کی وفات پر صبر کی فضیلت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: « مَا مِنْ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إلا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ». ''کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں

جوان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا"۔(صحیح البخاری:۱۲٤۸)

موت کے بعد اعمال منقطع ہو جاتے ہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «إذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلا مِنْ ثَلاثَةٍ إِلا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ».''جب انسان مرتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے"۔(صحیح مسلم:۱٦۳۱)

اعزہ واقارب کے لئے ممنوع امور

۱ -میت پر نوحہ کرنااور رونا وپیٹنا: میت پر نوحہ کرنا منع ہے خواہ رشتہ دار نوحہ کریں یا کوئی اور نوحہ کا مطلب ہے میت کی جدائی پر واویلا کرنا، مصیبت کے وقت گالوں پر تھپڑ مارنا گریبان پھاڑنا، سر منڈانا، اور بالوں کو بکھیرنا منع ہے۔ جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: «أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لا نَنُوحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ

نِسْوَةٍ». ''نبی اکرم ﷺ نے بیعت کے موقع پر ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی، لیکن اس اقرار کو ہم میں سے پانچ عورتوں کے سوا کسی نے پورا نہیں کیا''۔(صحیح البخاری:١٣٠٦)

ایک دوسری حدیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ». ''جو شخص(کسی کی موت پر) اپنے چہرے کو پیٹے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہیں''۔(صحیح البخاری:١٢٩٤)

٢-میت کو گالی دینا: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لا تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا» ''مردوں کو گالی مت دو کیونکہ انھوں نے جو آگے بھیجا ہے(جو عمل کئے ہیں)اسے حاصل کرلیا ہے''۔(صحیح البخاری:١٣٩٣)

٣-تیجا اور چالیسواں کرنا: وفات کے تیسرے دن مجالس سجانا، طرح طرح کے کھانے پکوا کر لوگوں کو مدعو کرنا، میت کی طرف سے میلاد کا اہتمام کرنا، یہ سب بدعت ہے اور یہ سب کام ان حضرات کے ایجاد کردہ ہیں

جو حقیقت میں اسلام سے جاہل ہیں اور چونکہ ان تمام رسم ورواج کا تعلق بدعات وخرافات سے ہے اس لئے یہ مردود ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہماری مہر نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اور رہا مسئلہ چالیسواں کا تو حقیقت میں یہ عادت فرعونیہ ہے جو اسلام سے پہلے فراعنہ میں پائی جاتی تھی، پھر وہیں سے یہ پھلتی پھولتی دوسروں میں سرایت کر گئی، یہ منکر بھی بدعت ہے جس کی اسلام میں کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی اس کا رد کرتا ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: ۱۵۳/۹)۔

٤- اظہار غم میں بال منڈوانا: ابو بردۃ بن ابو موسی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: «وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا شَدِيدًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَرِئَ مِنْ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ».

''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیمار پڑے، ان پر غشی طاری تھی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی ام عبد اللہ بنت ابی رومہ کی گود میں تھا (وہ ایک زور کی چیخ مار کر رونے لگی) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت کچھ بول نہ سکے لیکن ان کو ہوش ہوا تو انھوں نے کہا: میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ١٢٣٤)

٥-مردوں پر فاتحہ خوانی کروانا: یہ بدعت ہے، کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں، لہذا اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، کیونکہ عبادات میں اصل ممانعت اور حرمت ہے یعنی انسان خود سے کوئی عبادت نہیں کر سکتا سوائے اس کے جس کا حکم دیا گیا ہے، ہاں اگر اس کے ثبوت میں کوئی دلیل قائم ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ (فتاوی اسلامیہ ٥٢/٢)۔

٦-مردوں کے لئے قرآن خوانی کرانا: اس نیت سے قرآن کی تلاوت کرنا کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے گا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی ثبوت منقول نہیں، یہ بات بھی معروف ہے کہ صحابہ

کرام رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے رہے، وہ مردوں کے لئے زیارت کے وقت دعا بھی کرتے لیکن ان سے یہ بالکل ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی مردوں کے لئے قرآن کی قرات کی ہو، لہذا مردوں کے لئے قرآن خوانی بدعت ہے۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: ۹،۴۸-۴۹)۔

۷-میت کو مرحوم کے لقب سے پکارنا: میت کو مرحوم یعنی رحم کیا گیا کے لقب سے پکارنا جائز نہیں، بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے، رحمہ اللہ کہنا یعنی اس پر اللہ رحم کرے، یہ کلمہ دعائیہ ہے اور پہلا کلمہ خبریہ ہے جس سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ میت پر رحم کر دیا گیا ہے حالانکہ اس کی حقیقت کا علم صرف اللہ کے پاس ہی ہے، بعینہ اسی طرح کلمہ ''مغفورلہ'' ہے، یعنی جسے بخش دیا گیا ہے۔ صحیح یہ ہے ''غفر اللہ لہ'' اللہ تعالی اسے بخش دے(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء: ۹/۱۴۱)۔

۸-بغرض تشہیر وفات کا اعلان لاؤڈ اسپیکر سے بازاروں میں کرانا: اس طرح کا اعلان ''نعی'' میں شامل ہے شریعت میں جس کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نعی سے منع فرماتے تھے(سنن الترمذی: ۹۸۶) صحیح۔

۹-میت کے سرہانے قرآن رکھنا: میت کے جسم پر یا نزاع کے عالم میں اس کے سرہانے قرآن رکھنا بدعت ہے، ایسے ہی میت کے پیٹ پر تلوار یا کوئی وزنی لوہا رکھنا جس سے اس کا پیٹ نہ پھولے یہ بھی درست نہیں ہے شریعت تجہیز و تکفین میں جلدی کا حکم دیتی ہے اور اگر اس کا خدشہ ہو تو لاش کو فریزر میں رکھنا بہتر ہے۔

۱۰-ملک الموت کا نام ازرائیل رکھنا: لوگوں میں یہ بات بڑی مشہور ہے کہ موت کے فرشتے کا نام ازرائیل ہے، یہ ایسی بات ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہیں ہے، بلکہ یہ اسرائیلی روایات کا شاخسانہ ہے، صرف پانچ فرشتوں کی نام دلیلوں سے ثابت ہیں اور وہ یہ ہیں : جبریل، اسرافیل، میکائیل، مالک اور رضوان۔

فوت شدہ شخص کی لاش کے پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

چند مقاصد کے پیش نظر لاش کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے جن کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

*جب قاضی کے لئے وفات کی وجوہات کی معرفت مشکل ہو جائے کہ موت فطری تھی یا کسی مجرمانہ حرکت کے پیش نظر ہوئی ہے اور اس کی معرفت کا واحد حل پوسٹ مارٹم ہے تو ایسی صورت میں ایک مسلمان کے بدن کا پوسٹ مارٹم جائز ہے اور اگر لاش کسی عورت کی ہو تو عورت ڈاکٹر ہی اس کا پوسٹ مارٹم کرے، عورت ڈاکٹر نہ ہونے کی صورت میں مرد ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کر سکتے ہیں۔

*وبائی مرض معلوم کرنا ہو تو مسلمان کے بدن کا پوسٹ مارٹم جائز ہے، کیونکہ یہ عام لوگوں کے امن و سلامتی اور فائدے کے لیے ہے اور امت کو پھیلنے والی بیماریوں سے بچایا جاتا ہے۔

*اگر تعلیم و تعلم کے لئے پوسٹ مارٹم کرنا ہے تو مسلمان کی لاش کے بجائے غیر مسلم کی لاش استعمال کی جائے الا یہ کہ اس کی ضرورت ہو اور شروط کا

خیال کیا جائے کیونکہ مسلمان زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے، طبّی تعلیم کے وقت جسم کے کاٹے گئے تمام اجزاء کا دفن کرنا واجب ہے۔

مرنے کے بعد میت کے اعضاء کا ہدیہ کرنا

مسلمان جیسے اپنی زندگی میں محترم و باوقار ہے اسی طرح وہ اپنی موت کے بعد بھی باعزت ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا». ''مرنے والے کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے''۔(سنن ابی داود: ۳۲۰۹، صحیح)

گرچہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ لیکن مذکورہ حدیث کے مفہوم کے پیش نظر امام ابن باز رحمہ اللہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس میں میت کے اعضاء کے ساتھ کھلواڑ اور اس کی توہین ہے۔

(من احکام الجنائز لابن باز، ص: ٤٧)۔

میت کے غسل کے متعلق احکام و مسائل

زندہ افراد پر مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے: میت کے وجوب غسل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے مسئلہ کی وضاحت کے لئے ایک ہی حدیث کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں، جس محرم کو اس کی اونٹنی نے روند ڈالا تھا اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ» ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو''۔ (صحیح البخاری: ۱۲۶۵)

غسل دینے والوں کو دوران غسل چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے

۱۔ غسل تین یا اس سے زیادہ بار دینا چاہئے، یہ غسل دینے والوں کی مرضی پر ہے۔

۲۔ غسل طاق عدد (ایک یا تین یا پانچ) میں دیا جائے۔

۳۔ کسی ایک مرتبہ پانی کے ساتھ بیری کے پتے یا صابن و شمپو وغیرہ کا استعمال کرنا چاہئے تاکہ صفائی اچھی طرح ہو جائے۔

٤ - غسل دیتے وقت آخری مرتبہ پانی میں کچھ خوشبو ملا دینی چاہئے، اگر کافور ہو تو بہتر ہے۔

٥ - عورت ک بالوں کی مینڈھیاں کھول کر اچھی طرح دھونی چاہئے۔

٦ - بالوں میں کنگھی کی جائے۔

٧ - عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنا کر پیچھے ڈال دینی چاہئے۔

٨ - غسل دائیں طرف سے اور وضو کی جگہوں سے شروع کیا جائے۔

٩ - مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیں، ہاں اگر کوئی استثنائی صورت ہو تو اس کی بات اور ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے کو کیا غسل دے سکتے ہیں؟

میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دینے کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا: «لو متُّ قَبلي فقمت عليكَ فغسلتكَ» ''اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں تمہیں غسل دوں گا''۔(سنن ابن ماجہ:١٤٦٥) صحیح۔

ایک دوسری روایت میں یوں مروی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے اپنے اس معاملے کا علم پہلے ہو جاتا کہ جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف آپ کی بیویاں ہی غسل دیتیں (ابوداود: ٣١٤١) صحیح۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی انہیں علی رضی اللہ عنہ غسل دیں، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔(دار قطنی: ۲/ ۷۹، حسن)۔

عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد غسل دیا، پھر انہوں نے وہاں موجود مہاجرین صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ آج سخت سردی ہے کیا مجھ پر غسل ضروری ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ (موطا، کتاب الجنائز، باب غسل المیت)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عورت کو غسل دینے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اس کا شوہر ہے (عبدالرزاق: ٦١٢٤)۔

فائدہ: امام شوکانی کی رائے کے مطابق علی رضی اللہ عنہ اور اسماء رضی اللہ عنہا کے اس عمل پر جب صحابہ نے کوئی انکار نہیں کیا تو اجماع (کی مانند) ہے امام ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شرعی دلائل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بیوی اگر اپنے شوہر کو غسل دے اور اس کے قابل ستر اعضاء کو دیکھ لے تو اس پر کوئی حرج نہیں اور اسی طرح مرد اگر اپنی بیوی کو غسل دے اور اس کے قابل ستر اعضاء کو دیکھ لے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی اسلامیہ: ۲/۲۵)۔

معلوم یہ ہوا میاں و بیوی موت کے بعد بھی رشتہ کے بندھن میں بندھے ہوتے ہیں موت ان کے رشتہ کو متاثر نہیں کر سکتی، لہذا یہ کہنا کہ موت کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے یہ بات حدیث کے بالکل مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہائے اسلام کا کہنا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

میت کے غسل کی کیفیت

جب میت کو نہلانے کا ارادہ کرے تو اسے غسل کی چارپائی پر رکھے، پھر اس کی شرم گاہ پر پردہ ڈال دے، پھر اس کے کپڑے نکال لے پھر اس کا سر اس کے بیٹھنے کی پوزیشن تک اٹھائے پھر اس کا پیٹ آہستہ آہستہ دبائے اور

خوب پانی ڈالے پھر اپنے ہاتھوں میں کوئی کپڑا یا دستانہ لپیٹ لے۔ اور اس کو صاف کردے۔ پھر اس کے غسل کی نیت کرے اور اپنے ہاتھوں پر دوسرا کپڑا باندھ کر اس کو نماز کو وضو کی طرح وضوا کرائے لیکن اس کے منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالے، بلکہ اپنی انگلیاں تر کرکے اس کے منہ اور ناک میں ڈالے، پھر پانی اور بیری کے پتے سے یا صابون سے نہلائے، سب سے پہلے سر اور داڑھی دھوئے پھر اس کا دایاں پہلو گردن سے پیر تک دھوئے، پھر اس کو اس کے بائیں پہلو کے بل کردے اور اس کی پیٹھ کا دایاں حصہ دھوئے، پھر اس کا بایاں حصہ اسی طرح دھوئے، پھر پہلے غسل کی طرح اسے دوبارہ غسل دے اور اگر صاف نہ ہو تو طاق مرتبہ مزید نہلائے یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائے اور آخری مرتبہ پانی کے ساتھ کافور یا خوشبو ملا کر نہلائے اور اگر اس کی مونچھ لمبی ہو یا ناخن لمبے ہوں تو اسے کاٹ دیا جائے، پھر اس کا بدن ایک کپڑے سے پونچھ دیا جائے اور عورت کے بال کی تین لٹیں کردی جائیں اور پیچھے سے انہیں لٹکا دیا جائے اور غسل کے بعد اس کے بدن سے کوئی چیز نکلے تو اس جگہ کو دھودے اور اس کو وضو کرادے اور اس جگہ روئی بھردے۔

غسل کے مسائل

☆سنت یہ ہے کہ میت کو وہ شخص نہلائے جو غسل کی سنت لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ اگر وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے میت کو نہلائے اس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کوئی مکروہ چیز دیکھے تو اسے لوگوں سے بیان نہ کرے۔ تو اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

☆بہتر یہ ہے کہ میت کو وہ شخص نہلائے جس کو وہ وصیت کر گیا ہو، پھر اس کا باپ پھر اس کا دادا پھر جو رشتہ داروں میں سب سے قریبی ہو وہ اور عورت کو وہ عورت نہلائے جس کو اس نے وصیت کی ہو، اس کی ماں پھر اس کی دادی پھر اس کے رشتے داروں میں جو سب سے قریبی ہو اور شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو نہلا سکتے ہیں۔ میت چاہے مذکر ہو یا مونث اس کو ایک مرتبہ غسل دینا کافی ہے اور یہ غسل پورے بدن کا ہونا چاہئے۔

☆میت کو غسل دینے والا میت کے غسل کے وقت حاضر ہو جائے اور وہ لوگ حاضر ہو جائیں جو غسل پر اس کی مدد کر سکیں اور بقیہ لوگوں کو اس کے پاس نہیں جانا چاہئے۔

☆اگر مسلمان کفار ایک ساتھ مریں مثلاً جل کر یا کسی اور حادثے میں اور ان کے درمیاں تمیز کرنا مشکل ہو تو ان سب کو غسل دیا جائے کفن اگر پہنایا جائے۔

☆جس کی عمر سال سال ہو اس کو مرد اور عورت دونوں نہلا سکتے ہیں۔ چاہے میت مذکر ہو یا مونث

☆اور اگر کوئی مرد اجنبی عورتوں کے درمیان مر جائے یا کوئی عورت اجنبی مردوں کے درمیان مر جائے یا اس کا نہلانا دشوار ہو تو بغیر غسل کے اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لی جائے اور اس کو دفن کر دیا جائے۔

☆جہاد میں جو شخص شہید ہوا ہے اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور بقیہ شہداء (جن پر شہید کا لفظ بولا گیا ہے) کو غسل دیا جائے گا۔

☆مسلمان کے لئے کسی کافر کو نہلانا یا کفن پہنانا یا اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا یا اس کے جنازے کی نماز پڑھنا یا اس کو دفن کرنا منع ہے البتہ اگر اس کے اقارب موجود نہ ہوں تو اس کے بدن کو مٹی میں چھپا دے اور یہی معاملہ مرتد کے ساتھ بھی کرے۔

☆میت کے غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ غسل کرے۔

☆میت کے مسواک کرانے کی کوئی دلیل نہیں۔

☆اگر فوت شدہ شخص کے سونے یا چاندی کے دانت لگے ہوں اور وہ بآسانی نکل سکتے ہوں تو نکال لینا چاہئے اور اگر مشکل ہو تو انہیں ان کے حال پر چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆میت کی مونچھیں اور ناخن کاٹنا مستحب ہے۔(مجموع فتاوی لابن باز: ١٣/ ١١٤)

☆حائضہ عورت عورتوں کو غسل دے سکتی ہے اور انہیں کفن بھی پہنا سکتی ہے اور مردوں میں سے صرف وہ اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔اس امور میں حیض کو رکاوٹ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

میت کی تکفین

میت کو اس کے مال سے کفن دینا واجب ہے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جس پر اس کا نفقہ لازم ہے چاہے وہ اصول ہوں یا فروع ان پر واجب ہے۔

میت کو کفن پہنانے کا طریقہ

میت کو تین لپیٹنے والے سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے، اسے تین مرتبہ خوشبو سے دھونی دی جائے پھر بعض کو بعض پر بچھا دیا جائے پھر ان کپڑوں پر خوشبو ملی جائے، پھر میت کو اس پر چت لٹایا جائے اور روئی میں خوشبو لگا کر اس کے دونوں کولہوں کے درمیان رکھ دیا جائے اور اس کے اوپر چھوٹے پائجامہ کی شکل میں ایک کپڑا باندھ دیا جائے جس سے اس کی شرم گاہ چھپی رہے۔ پھر اس کے پورے بدن میں خوشبو ملی جائے پھر اوپر والا کپڑا بائیں طرف سے اس کے دائیں پہلو پر لایا جائے پھر دایاں کنارہ اس کے بائیں پہلو پر لایا جائے، پھر دوسرا کپڑا بھی اسی طرح لپیٹا جائے پھر تیسرا کپڑا بھی اسی طرح لپیٹا جائے اور جو فاضل ہو اسے سر کے پاس یا پیر کے اوپر دونوں کے پاس کر دیا جائے، پھر اسے باندھ دیا جائے تاکہ نہ کھلے اور اسے قبر میں کھولا جائے، اور

عورت کو بھی مرد ہی کی طرح کفن دیا جائے البتہ بچے کو ایک کپڑے میں کفن دیا جائے اور تین کپڑوں میں بھی جائز ہے۔ جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: «كُفِّنَ فِي ثَلاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِنَّ قَمِيصٌ وَلا عِمَامَةٌ». ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین کچے سوت والے سفید سوتی یعنی کپڑوں میں کفن دیئے گئے ان میں نہ قمیص تھا نہ عمامہ''۔(صحیح البخاری: ١٢٦٤، مسلم: ٩٤١)

مرد اور عورت کے کفن میں کوئی فرق نہیں

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تجہیز و تکفین کے مسائل میں عورت بھی مرد کی طرح سے ہے کیونکہ ان میں فرق کی شریعت میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور لیلی بنت قائف ثقفیہ کی جس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا ذکر ہے اس کی سند صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سند میں نوح بن حکیم ثقفی راوی مجہول ہے جس کی صراحت امام ابن حجر نے کیا ہے اور ساتھ ہی اس میں ایک دوسری علت بھی ہے جسے امام زیلعی نے (نصب الرایہ: ٢/٢٥٨) میں بیان کیا ہے۔

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بیٹی زینب کو غسل دینے کے قصے میں جو ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ ''ہم نے اسے پانچ کپڑوں میں کفن دیا'' وہ شاذ اور منکر ہے، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (الضعیفۃ: ٥٨٤٤)۔

تکفین کے مسائل

☆میت کو ایک کپڑے میں کفن دینا جائز ہے جو اس کے پورے بدن کو چھپالے۔

☆سفید رنگ کے کپڑے میں کفن دینا مستحب ہے۔

☆اگر کفن کم ہوں اور مردوں کی تعداد زیادہ ہو تو ایک کفن میں زیادہ مردے بھی دفن کئے جاسکتے ہیں۔

☆جو شخص جہاد میں شہادت کی موت مرے اسے اسی کپڑے میں دفن کیا جائے جس میں وہ شہید کیا گیا ہے اور اسے غسل نہ دیا جائے اور اسے اس کے کپڑے کے اوپر سے ایک یا زیادہ کپڑوں میں کفن مستحب ہے۔

☆جہاد میں شہید ہونے والوں کے لئے امام کو اختیار ہے چاہے وہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھائے یا نہ پڑھائے لیکن نماز پڑھنا افضل ہے۔

☆اور ان کو اسی جگہ دفن کیا جہاں ان کی موت واقع ہوئی ہے۔

☆احرام باندھنے والا اگر مر جائے تو اسے پانی اور بیری سے یا صابن سے غسل دیا جائے لیکن اسے خوشبو نہ لگائی جائے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنا جائے اور اگر وہ مرد ہے تو اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپا جائے اور نہ عورت کا چہرہ ڈھانپا جائے اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اسی حالت میں تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا اور اس کی طرح بقیہ حج کے ارکان کی قضا نہ کی جائے اور اسے انہیں دونوں کپڑوں میں کفن دیا جائے جن میں اس کی وفات ہوئی ہے۔

☆اگر بچہ ماں کے پیٹ سے وقت سے پہلے گر جائے اور مر جائے تو اگر وہ چار مہینے کا ہو گیا ہے تو اسے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

☆جس شخص کو نہلانا دشوار ہو مثلاً جل گیا ہے یا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں یا پانی نہ ہو تو اسے کفن پہنا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور اگر میت کے بعض اجزاء ہی پائے جائیں مثلاً ہاتھ یا پیر وغیرہ اعضاء بکھر گئے ہوں اور ان کا پانا دشوار ہو تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

☆اگر کفن دینے کے بعد میت کے جسم سے کوئی نجاست نکلے تو اسے دوبارہ غسل نہ دیا جائے کیونکہ اس میں پریشانی ہے۔

☆کسی پیر یا ولی کے لباس کا کفن مردے کو عذاب سے نہیں بچائے گا۔

☆مہنگا کفن استعمال کرنا جائز نہیں اور نہ ہی تین کپڑوں سے زیادہ۔

صلاۃ جنازہ کے مسائل واحکام

جنازہ میں شرکت کرنے اور میت کے پیچھے پیچھے چلنے میں بہت سے فوائد ہیں، ان میں سب سے اہم یہ ہیں کہ جنازہ کی نماز پڑھنے کی وجہ سے میت کا حق ادا ہو جاتا ہے، اس کے لئے سفارش اور دعا کی جاتی ہے، اس کے گھر والوں کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے، ان کی دلجوئی ہو جاتی ہے، جنازہ میں شرکت کرنے والے کے لئے بہت ثواب ہے، دیکھنے والوں کو اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

جنازہ کی صلاۃ فرض کفایہ ہے بہتر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شرکت کریں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: «مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلا لا يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا إلا شَفَّعَهُمْ اللَّهُ فِيهِ». ’’جو مسلمان مر جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے آدمی شرکت کریں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان لوگوں کی سفارش قبول کرے گا‘‘۔(صحیح مسلم:۹۳۸)

صلاۃ جنازہ کی کیفیت

جو جنازہ کی صلاۃ پڑھنا چاہے وہ پہلے وضو کرے، پھر قبلہ کی طرف رخ کرے اور جنازہ اپنے اور قبلے کے درمیان کرلے، سنت یہ ہے کہ امام مرد میت کے سر کے پاس کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہے تو اس کے جسم کے وسط حصہ کے پاس کھڑا ہو اور چار مرتبہ تکبیر کہے اور کبھی پانچ یا چھ یا سات یا نو مرتبہ تکبیر کہے خاص طور سے اگر اہل علم وفضل متقی وپرہیز گار اور نیک لوگوں کے جنازے کی صلاۃ پڑھے، کبھی یہ کرلے کبھی وہ کرلے تاکہ سنت زندہ ہو۔

تکبیر اولی کے وقت اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کے اوپر کے حصے تک اٹھائے، پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر سینے پر نیت باندھے:

اس بارے میں کئی صحیح مشہور حدیثیں ہیں، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث بالاتفاق ضعیف ہے جیسا کہ امام نووی اور امام زیلعی حنفی رحمہا اللہ اور دوسرے علماء نے بیان فرمایا ہے) لیکن دعا ثنانہ پڑھے بلکہ: اعوذ با

اللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سورہ فاتحہ سراً پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی سورت بھی پڑھے۔

پھر دوسری بار اللہ اکبر کہے اور یہ درود پڑھے: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ».(صحیح البخاری : ۳۳۷۰،مسلم:٤٠٦)

پھر تیسری بار اللہ اکبر کہے اور اخلاص کے ساتھ وہ دعائیں پڑھے جو حدیث میں ہیں ان میں بعض دعائیں یہ ہیں: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِيمَانِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِسْلاَمِ اللَّهُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلاَ تُضِلَّنَا بَعْدَهُ». ”اے اللہ ! ہمارے زندوں اور مردوں، حاضر وغائب چھوٹوں اور بڑوں، مذکر اور مؤنث کو بخش دے، اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھ اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو وفات دے اسے ایمان پر وفات دے اے اللہ ! تو

ہمیں ایمان کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر''۔(ابوداود :۳۲۰۱،ابن ماجہ:۱٤۹۸)(صحیح)

«اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنْ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنْ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ». ''اے اللہ! تو اسے بخش دے،اس پر رحم کر اس کو عافیت دے اور اس کے گناہوں کو در گزر کر دے۔اس کی اچھی طرح مہمانی کر،اس کی قبر کو کشادہ کر دے،اسے پانی اولے اور برف سے دھو دے،اس کی غلطیوں کو ایسے ہی معاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑا میل سے صاف کیا ہے۔اس کو اس کے (دنیا کے) گھر سے بہتر گھر عطا کر اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر اور اسے جنت میں داخل کر اور اسے عذاب قبر یا عذاب جہنم سے بچا''۔(صحیح مسلم:۹٦۳)

«اللَّهُمَّ إِنَّ فُلاَنَ بْنَ فُلاَنٍ فِى ذِمَّتِكَ فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ». قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ « فِى ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ

الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اللَّهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ». ''اے اللہ ! فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور پڑوس میں ہے، پس تو اسے قبر کے فتنے اور عذاب جہنم سے بچالے تو اہل وفا، اور حق ہے، پس تو اسے بخش دے، اس پر رحم کر، بیشک تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔(ابو داود : ۳۲۰۲،ابن ماجہ :۱۲۹۹)(صحیح)

اور اگر میت چھوٹی عمر کا ہو تو یہ اضافہ کرے: «اللهم اجعله لنا سلفا وفرطا وأجرا» ''اللہ! اس کو ہمارے لئے اجر وذخیرہ بنا جو ہم سے پہلے پہنچ جائے''۔(بیہقی: ٦٧٩٤ ملاحظہ ہو شیخ البانی کی کتاب احکام الجنائز: ١٦١)

پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر دعا کرے، پھر اپنے دائیں جانب ایک مرتبہ سلام پھیرے اور اگر کبھی بائیں جانب بھی دوسرا سلام پھیرے تو کوئی حرج نہیں۔

ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کا حکم

امام البانی رحمہ اللہ کی ترجیح یہی ہے کہ صرف پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے جائیں اور ان کی دلیل سنن ترمذي کی حدیث ہے: «أن رسول الله ﷺ

كبر على جنازة فرفع يديه في أول تكبيرة» ”رسول اللہ ﷺ نے جنازے پر تکبیر کہی اور پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے“ (سنن الترمذی: ۱۰۷۷)۔

سنن الدارقطنی کی ایک روایت میں یوں ہے: أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه على الجنازة في أول تكبيرة ثم لا يعود ”رسول اللہ ﷺ جنازہ میں پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور بعد میں ایسا نہیں کرتے تھے“ (۷۵/۲)۔

اوپر ذکر کردہ حدیث سے معلوم ہو کہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا صحیح ہے، دوسری طرف چند جلیل القدر صحابہ کا عمل ہے جسے امام بیہقی نے السنن الکبری (٤٤/٤) میں صحیح سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، جیسے: عبداللہ بن عمر اورانس بن مالک رضی اللہ عنہم ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ بلند کرتے تھے، نیز تابعین میں سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر رحمہا اللہ کا بھی یہی عمل تھا، ان کے علاوہ قیس بن ابی حازم، عطا بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، حسن البصری اور محمد بن سیرین بھی ہاتھ اٹھانے کے قائل تھے۔

یہی نہیں امام ترمذی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے اہل علم جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کے قائل تھے، چنانچ عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی فتوی ہے۔

ان دلائل کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو شکل جائز ہے، چاہے صرف پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے یا چاہے تو تمام تکبیرات کے ساتھ ہاتھ اٹھائے ،اللہ اعلم بالصواب۔

صلاۃ جنازہ کے مسائل

☆جس کی کوئی تکبیر جھوٹ جائے اور وہ اس کی صفت کے مطابق قضا کرے اور اگر قضا نہیں کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز ان شاءاللہ صحیح ہو گی۔

☆سنت یہ ہے کہ جنازہ کی نماز جماعت سے پڑھی جائے اور تین صفوں سے کم نہ ہو، اور اگر کئی جنازے ہوں تو امام سے قریب مردوں کو رکھا جائے، پھر بچوں کو پھر عورتوں کو اور سب کے لئے ایک نماز پڑھی جائے اور ہر جنازہ کے لئے الگ الگ نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

☆جنازہ کی نماز میں دعا میت کے اعتبار سے پڑھی جائے پس اگر میت مرد ہے تو اس کے لئے وہی دعا پڑھی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور اگر عورت ہے تو اس کے لئے مؤنث کی ضمیر استعمال کی جائے اور اگر کئی جنازے ہوں تو جمع کی ضمیر استعمال کی جائے اور اگر عورتیں ہوں تو جمع کی وہ ضمیر استعمال کی جائے جو مؤنث کے لئے جیسے: «اللهم اغفر لهن» اور اگر پہلے سے یہ نہ جان سکے کہ مذکر ہے یا مؤنث تو «اللهم اغفر له» یا «اغفر لها» کہہ سکتا ہے۔

☆جو لوگ میدان میں شہید ہو کر مریں ان کے بارے میں امام کو اختیار ہے چاہے ان کے جنازے کی نماز پڑھے یا نہ پڑھے لیکن پڑھنا افضل ہے، ان کو اسی جگہ دفن کر دیا جائے جہاں وہ شہید کئے گئے ہیں اور وہ دوسرے شہداء مثلاً جو ڈوب کر مریں یا جل کر مریں انہیں غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور ان کے جنازے کی نماز پڑھی جائے۔

☆مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیئے وہ نیک ہو یا برا البتہ نماز چھوڑنے والے کے لئے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

☆جو خودکشی کرلے یا جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو تو امام یا اس کا نائب زجر وتوبیخ کے طور پر ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں اور بقیہ لوگ پڑھ لیں۔

☆جس مسلمان پر کوئی حد قائم کی گئی ہو جیسے رجم یا قصاص وغیرہ اسے غسل دیا جائے گا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

☆سنت یہ ہے کہ آدمی ایمان رکھ کو ثواب کی نیت سے جنازہ کے پیچھے پیچھے جائے یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھ لی جائے اور اسے دفن کر دیا جائے،

☆جنازہ کے پیچھے جانے کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں۔

☆ جنازہ کے ساتھ کوئی آتش بازی اور آواز نہ کی جائے اور نہ کوئی قرأت وذکر ہے۔

☆اگر کوئی شخص مر جائے اور تم اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور اس کے مخاطب ہو لیکن تم نے نماز نہیں پڑھی تو اس کی قبر پر جاکر اس کے جنازے کی نماز پڑھو۔

☆قبروں کے درمیان صلاۃ جنازہ ادا کرنا جائز نہیں۔

☆صلاۃ جنازہ میں اذآن اور اقامت ثابت نہیں۔

☆صلاۃ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں۔

☆ کفار ومنافقین کی صلاۃ جنازہ، یا ان کے لئے دعا واستغفار قطعاناجائز ہے۔

☆اگر جنازہ عید گاہ یا مسجد میں ہو تو عورت مرد کی طرح بقیہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے اور اسکو وہی ثواب ملے گا جو مردوں کو ملے گا۔

☆تدفین کے بعد قبر پر صلاۃ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

☆بچہ خواہ مردہ پیدا ہوا اس کی صلاۃ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

صلاۃ جنازہ غائبانہ کا حکم

غائب جس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی گئی ہو اس کی نماز غائبانہ پڑھی جاسکتی ہے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے مرنے کی خبر لوگوں کو اسی روز دی جس روز وہ (ملک حبش) میں مرا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو لے کر عید گاہ گئے اور اس کے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہیں۔
(صحیح البخاری ۱۳۷۷، صحیح مسلم: ۹۵۱)۔

صلاۃ جنازہ غائبانہ کو بدعت یا ناجائز کہنا درست نہیں ہے اس کے چند وجوہات ہیں:

۱۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ صلاۃ جنازہ ادا کیا ہے۔

۲۔اس عمل کی نجاشی کے ساتھ خصوصیت کی کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی کے دیگر اعمال کی طرح ہمارے لئے اسوہ سنت ہے۔

۳۔کسی بھی صحابی رسول سے اس کی ممانعت منقول نہیں۔

٤-حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں کہ میرے علم میں کوئی ایسی خبر نہیں ہے کہ نجاشی کی صلاۃ جنازہ اس کے شہر میں نہیں پڑھی گئی تھی۔(فتح الباری:٣/ ٢٢٤)

٥-غائب میت پر صلاۃ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء:٨/ص ٤١٨)

تین اوقات میں صلاۃ جنازہ پڑھنا ممنوع ہے

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے: «حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب» ”سورج نکلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، کھڑی دوپہر میں یہاں تک کہ سورج جھک جائے اور سورج غروب ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ غروب ہو جائے“۔(مسلم:٨٣١)

جنازہ اٹھانا اور اس کے ساتھ چلنا

جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے، اس پر نماز پڑھنے اور دفن تک رہنے کی فضیلت: سنت یہ ہے کہ جنازہ جلد تیار کیا جائے اور اس پر نماز پڑھنے اور اسے دفن کرنے میں جلدی کی جائے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ» ''جنازہ جلدی لے جایا کرو اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کرتے ہو اور اگر نیک نہیں ہے تو برے کو اپنی گردنوں پر سے اتارتے ہو''۔
(صحیح البخاری: ۱۳۱۵)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ». ''جو ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا، ہر قیراط اتنا بڑا ہے جتنا احد پہاڑ اور جو

شخص جنازہ پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا‘‘۔(صحیح البخاری:1325۔ مسلم:۹٤٥)

جنازہ کے ساتھ چلنے اور اس سے متعلق مسائل

☆میت کو چار آدمی اٹھائیں۔

☆پیدل چلنے والے اس کے آگے اور پیچھے چلیں اور سوار جنازے کے پیچھے ہی رہیں۔

☆اور اگر قبر دور ہو اور وہاں تک جانے میں مشقت ہو تو میت کو سواری پر لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

☆جنازہ پر قرآنی آیات والی چادر ڈالنا جائز نہیں بلکہ اس سے بچنا واجب ہے، اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

☆جنازے کے ساتھ رہنے کا اجر و ثواب مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں۔

☆جنازے کے ساتھ بلند آواز سے روتے ہوئے اور دھونی جلا کر ساتھ چلنا ممنوع ہے

☆جنازہ رکھے جانے سے پہلے نہ بیٹھنے کا حکم منسوخ ہے، یعنی بیٹھ سکتا ہے۔

☆جنازہ گزرتے ہوئے اس کے لئے کھڑے ہونے کا حکم منسوخ ہے، یعنی کھڑا ہونا ضروری نہیں۔

☆جنازہ کا ہلکا ہونا اس کی فضیلت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا باطل ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

تدفین اور اس کے متعلقات

میت کو دفن کرنا واجب ہے خواہ وہ کافر ہی ہو۔

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ، فَقَالَ: «اذْهَبْ فَوَارِهِ»، قَالَ: إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا، قَالَ: «اذْهَبْ فَوَارِهِ» ابوطالب مر گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ انہیں گاڑ دو'' تو انہوں نے کہا: وہ شرک کی حالت میں مرے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ انہیں گاڑ دو''۔(نسائی: ۱۹۰)

ایک دوسری روایت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : «أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ». ''بدر کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قریش کے چوبیس مقتول سردار بدر کے ایک بہت ہی اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیئے گئے''۔(صحیح البخاری: ۳۹۷۶)

میت کو کہاں دفن کیا جائے

مسلمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے چاہے مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت شدگان کو بقیع کے

قبرستان میں دفن کرتے تھے، سنت یہی ہے کہ مردوں کو قبرستان میں دفن کیا جائے، صحابہ کرام یا دیگر بزرگان امت میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں کہ وہ قبرستان کے علاوہ کہیں دفن ہوا ہو اور مسجد میں دفن کرنا قطعاً جائز نہیں اسی طرح مشرکین کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

انبیاء اور شہداء اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: «لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ. فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُول اللهِ ﷺ شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ. قَالَ: مَا قَبَضَ اللهُ نَبِيًّا إِلاَّ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ. ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ». ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی تدفین کے سلسلے میں لوگوں میں اختلاف ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ سے ایک ایسی بات سنی ہے جو میں بھولا نہیں ہوں، آپ نے فرمایا: جتنے بھی نبی ہوئے ہیں اللہ نے ان کی روح وہیں قبض کی ہے جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتے تھے (اس لیے) تم لوگ انہیں ان کے بستر ہی کے مقام پر دفن کرو''۔ (سنن الترمذی:۱۰۱۸)

علامہ عبد الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھروں میں تدفین کی ممانعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے خصائص میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ انھیں وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ فوت ہوں۔(تحفۃالاحوذی:٧٩/٤)

اور شہداء بھی اس حکم سے مستثنی ہیں، کیونکہ معرکہ میں قتل ہونے والے شہداء کو ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کیا جاتا ہے، انہیں قبرستان کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : «خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْمُشْرِكِينَ لِيُقَاتِلَهُمْ فَقَالَ أَبِي عَبْدُ اللهِ يَاجَابِرُ، لا عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ فِي نَظَّارِي أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَتَّى تَعْلَمَ إِلَى مَا يَصِيرُ أَمْرُنَا فَإِنِّي وَاللهِ لَوْلا أَنِّي أَتْرُكُ بَنَاتٍ لِي بَعْدِي لأَحْبَبْتُ أَنْ تُقْتَلَ بَيْنَ يَدَيَّ قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا فِي النَّظَّارِينَ إِذْ جَاءَتْ عَمَّتِي بِأَبِي وَخَالِي لِتَدْفِنَهُمَا فِي مَقَابِرِنَا فَلَحِقَ رَجُلٌ يُنَادِي إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَرُدُّوا الْقَتْلَى فَتَدْفِنُوهَا فِي مَضَاجِعِهَا حَيْثُ قُتِلَتْ؛ فَرَدَدْنَاهُمَا؛ فَدَفَنَّاهُمَا فِي مَضْجَعِهِمَا حَيْثُ قُتِلا».''رسول اللہ ﷺ

مشرکین کی طرف ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تو میرے والد عبداللہ کہنے لگے: جابر! کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اہل مدینہ کے ان لوگوں میں رہو جو غزوہ میں جانے والوں کے بال بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں تاکہ جان سکو کہ ہمارا انجام کیا ہوگا اور اگر میں اپنے پیچھے لڑکیوں کو نہ چھوڑتا تو میں یہی چاہتا کہ تم میرے سامنے قتل کئے جاؤ، تو میں ان لوگوں میں تھا جو غازیوں کے پیچھے ان کے بال بچوں کی نگرانی کرتے ہیں کہ اچانک میری پھوپھی میرے والد اور میرے ماموں (کی لاش) لے کر آئیں تاکہ وہ ان دونوں کو اپنی قبرستان میں دفن کر سکیں کہ ان کے پیچھے ایک آدمی آواز دیتے ہوئے آیا کہ نبی اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم مقتولین کو واپس لے جاؤ اور انہیں انہیں جگھوں میں دفن کرو جہاں وہ مارے گئے ہیں"۔ (سنن الدارمی: ٤٥)(صحیح)

میت کے تدفین کا طریقہ

قبر کو کشادہ اور بہتر بنایا جائے اور جب قبر کے نچلے حصے پر پہنچے تو میت کے سمانے کے بقدر قبلے کی طرف تھوڑی جگہ دے، اور اس میں میت کو رکھ

دے۔(یعنی بغلی قبر کھودے)اور وہ سیدھی قبر سے بہتر ہے اور اس کو داخل کرتے وقت یہ کہے:

«بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ»۔اور ایک روایت میں «وَعَلَى ملةِ رَسُولِ اللَّهِ» کے الفاظ ہیں۔ (ابوداود- ٣٢٣١، ترمذی:١٠٤٦)

میت کو اس کی بغلی قبر میں اس کے دائیں پہلو کے بل رکھے اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو، پھر اس کے اوپر کچی اینٹیں مٹی کا گارا لگا کر نصب کئے جائیں، پھر مٹی میں دفن کر دیا جائے اور اس کی قبر زمین سے ایک بالشت اوپر اٹھا دی جائے اور اس کو کوہان نما بنا دیا جائے۔

تدفین اور قبر کے متعلق مسائل

☆قبر کو پختہ بنانا، اس پر عمارت تعمیر کرنا، اس کے پاس نماز پڑھنا، اس پر مسجد بنانا، اس پر چراغ جلانا، اس پر گلاب پھیلانا، اس کا طواف کرنا، اس پر کچھ لکھنا اور اس پر میلے ٹھیلے (عرس) لگانا حرام ہے۔

☆قبر پر مسجد بنانا جائز نہیں اور مسجد میں میت کا دفن کرنا جائز نہیں، پس اگر مسجد دفن کرنے سے پہلے بنائی گئی تھی تو قبر کو برابر کر دیا جائے، یا اگر لاش نئی

ہے تو اسے نکال کر دوسری جگہ قبرستان میں دفن کردی جائے، اور اگر قبر پر مسجد بنائی گئی ہے تو یا تو مسجد کو گرادیا جائے یا قبر کی صورت مٹادی جائے، ہر وہ مسجد جو قبر پر بنائی گئی ہو اس میں نماز نہ پڑھی جائے خواہ فرض صلاۃ ہو یا نفل۔

☆سنت یہ ہے کہ قبر کو اتنا گہرا کھودا جائے کہ وہاں سے ہوا نہ نکل سکے اور نہ اسے درندے کھود سکیں اور اس کے نیچے بغلی قبر بنائی جائے جیسا کہ اس کے بارے میں بیان کیا جاچکا ہے اور یہی افضل ہے، یا سیدھی قبر بنائی جائے وہ اس طرح سے کہ قبر کے بیچ میں ایک گڈھا کھود دیا جائے اور اس میں میت کو رکھ دیا جائے پھر اس کے اوپر کچھی اینٹیں لگائی جائیں پھیر دفن کر دیا جائے۔

☆سنت یہ ہے کہ میت کو دن میں دفن کیا جائے اور رات میں بھی دفن کرنا جائز ہے۔

☆ایک قبر میں ایک سے زیادہ آدمی کو دفن کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کی ضرورت ہو جیسے کہ مقتولین کی تعداد زیادہ ہو جائے اور دفن کرنے والے کم لوگ ہوں، اور ایسی صورت میں قبر میں سب سے پہلے اس شخص کو رکھا جائے جو ان میں سب سے افضل ہو۔

☆جس شخص نے اس شب اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو وہ میت کو دفن کرنے کے لئے قبر میں داخل ہو۔

☆قبر پر تدفین کے بعد پانی چھڑکنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اگر کوئی سنت نہ سمجھ کر چھڑکے تو کوئی قباحت نہیں۔

☆صندوق یا تابوت میں میت کو دفن کرنا جائز نہیں، البتہ اگر اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

☆شوہر بذات خود اپنی اہلیہ کو دفن کر سکتا ہے۔

☆اور اپنی موت سے پہلے اپنی قبر کھودنا پسندیدہ نہیں ہے۔

☆میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کرنا مصلحت اور ضرورت کے تحت جائز ہے، مثلاً اس کی قبر کو پانی ڈھانپ لے یا اسے کفار کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے، پس قبر مردوں کا گھر ہے جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو ان کو وہاں سے نکالنا صرف انہیں کے فائدے کے لئے جائز ہے۔

☆میت کو قبر میں مرد رکھیں عورتیں نہیں اور میت کو میت کے ولی قبر میں اتارنے کے زیادہ حق دار ہیں، میت کو قبر میں اس کے پیر کی طرف سے اتارا

جائے پھراس کا سر آہستہ آہستہ داخل کیا جائے اوراسے قبر میں کسی بھی طرف سے داخل کرنا بھی جائز ہے،اور میت کی ہڈی توڑنا حرام ہے۔

☆عورتوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں کیوں کہ ان کا دل کمزور ہوتا ہے وہ جزع فزع کر سکتی ہیں، وہ مصیبتوں پر صبر نہیں کر پاتی ہیں ان کے منہ سے بعض ایسے کلمات نکل سکتے ہیں جن کا کہنا حرام ہے یا ان سے بعض ایسے افعال سرزد ہو سکتے ہیں جو حرام ہیں۔

☆جو میت کو دفن کرنے جائے وہ اس کی قبر پر سر کی طرف سے تین مرتبہ مٹی ڈالے۔

☆میت کا ولی اس کے قبر کے پاس کوئی نشانی لگا سکتا ہے، جیسے پتھر وغیرہ تاکہ اس کے گھر والوں میں سے جو مرے اس کو اس کے قریب دفن کیا جاسکے اورا س کی قبر پہچانی جاسکے۔

☆جو شخص سمندر میں مرے (یعنی کشتی وغیرہ میں) اور اس کی حالت بدل جانے کا خوف ہو تو اسے غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔

☆اگر کسی زندہ مسلمان کا کوئی کٹا ہوا عضو ملے خواہ وہ کسی بھی سبب سے کٹا ہو تو اس کا جلانا جائز نہیں اور نہ اسے غسل دیا جائے اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔

☆میت کو زمین پر رکھنے اور دفن کرنے کے درمیان کے وقفہ میں کبھی کبھی حاضرین کو موت اور اس کے بعد کی زندگی یاد دلائی جائے اور نصیحت کی جائے، میت کے دفن کرنے کے بعد لوگ قبر کے پاس تھوڑی دیر ٹھہریں اور میت کے لئے دعا استغفار کریں۔

☆مسلمان اپنے مشرک رشتے دار مثلاً اپنے باپ یا اپنی ماں کی لاش مٹی میں چھپا سکتا ہے لیکن وہ اسے نہ نہلائے اور نہ کفن پہنائے اور نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھے، مشرک کے مسلمان رشتے داروں کا اس کے جنازے کے پیچھے پیچھے جانا جائز نہیں۔

تعزیت

تعزیت کا لغوی معنی: تسلی دینا

تعزیت کا مطلب: میت کے متعلقین کو صبر کی تلقین کرنا، آخرت میں اجر وثواب کی امید دلانا، میت اور پسماندگان کے حق میں دعا کرنا اور ان کے دکھ، درد اور غم میں شریک ہونا۔

تعزیت کا حکم اور اس کی فضیلت

میت کے متعلقین سے تعزیت کرنا شرعی حکم ہے، جیسا کہ قرۃ مزنی سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ساتھی کا بچہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعزیت کی اور فرمایا: "اے فلاں! تمہیں کون سی چیز زیادہ پسند ہے کہ تم اس (بچے) کے ذریعہ اپنی زندگی کو فائدہ پہنچاؤ، یا کل کو تم جب جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے کے پاس آؤ گے تو اسے وہاں پہلے سے موجود پاؤ گے اور وہ تمہارے لئے اسے (جنت کا دروازہ) کھولے گا"۔ (سنن النسائی: ۲۰۹۰) صحیح۔

تعزیت کرنے کی فضیلت کے متعلق انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «من عزي أخاه المؤمن في مصبته

كساه الله حلة خضراء يحبرها بها يوم القيامة قيل: يا رسول الله! ما يحبر؟ قال: يغبط». ''جس نے اپنے کسی مومن بھائی کو مصیبت میں تسلی دی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا سبز لباس پہنائے گا جس کے ذریعہ روز قیامت اس پر رشک کیا جائے گا''۔(احکام الجنائز: ۲۰۶) حسن۔

آداب تعزیت

دفن سے پہلے اور دفن کے بعد میت کے اقرباء کی تعزیت ایسے الفاظ سے کئے جائیں جن سے انہیں تسلی ملے اور غم ہلکا ہو اور صبر آجائے، جیسا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ الفاظ ثابت ہیں: «أَنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ» ''یقینا اللہ ہی کی وہ چیز تھی جو اس نے لی ہے، اور اس نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ اسی کا ہے، اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے، لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو''۔(صحیح البخاری: ۷۳۷۷، صحیح مسلم: ۹۲۳)

اور میت اور اس کے اقرباء کے لئے یہ دعا کریں: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ

فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ». ''اے اللہ! تو (ابوفلاں) کو بخش دے، اس کے درجات ان لوگوں میں بلند کردے جن کو تونے ہدایت دی ہے اور اس کے پسماندگان میں اس کا خلف بنا اور ہمیں اور اسے اے رب العالمین بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کردے اور اس میں اس کے لئے نور پیدا کردے''۔ (صحیح مسلم: ۹۲۰)

تعزیت سے متعلق مسائل

☆تعزیت ہر جگہ جائز ہے، خواہ وہ قبرستان ہو یا بازار یا عید گاہ یا مسجد یا گھر اور یہ سنت نہیں ہے کہ میت کے گھر والے کسی جگہ اکٹھا ہوں اور لوگ ان کی تعزیت کے لئے جائیں، بلکہ اس کے گھر والے اپنے کام میں لگ جائیں اور جو شخص بھی ان سے ملے ان کی تعزیت کرے۔

☆گھر والوں کے لئے جائز نہیں کہ تعزیت کے لئے کوئی متعین لباس پہنیں اس لئے کہ اس میں اللہ تعالی کے فیصلے پر ناگواری کا اظہار کرنا ہے۔

☆ان کفار کی تعزیت کرنا جائز ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی نہ ظاہر کرتے ہوں لیکن ان کی میت کے لئے دعا نہ کی جائے۔

☆سنت یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا پکایا جائے اور اسے ان کے پاس بھیجا جائے اور یہ مکروہ ہے کہ میت کے گھر والے لوگوں کے لئے کھانا تیار کریں اور پھر لوگوں کو کھانے کے لئے دعوت دیں۔

☆میت پر آنسو بہانا جائز ہے بشرط کہ واویلا اور نوحہ نہ کیا جائے، کپڑے پھاڑنا گالوں پر طمانچہ مارنا، آواز بلند کرنا وغیرہ حرام ہے اور میت کو اس کی وجہ سے قبر میں تکلیف ہوگی، جیسا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی تھی کہ لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آئیں، پھر آپ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بھتیجے کو بلاؤ چنانچہ مجھے بلایا گیا میں گھبرایا ہوا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حجام کو بلاؤ، پھر آپ نے میرا سر منڈا دیا۔

(ابوداود: ٤١٩٢۔نسائی ٥٢٢٧)

ایک دوسری حدیث میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ١٢٩٢، صحیح مسلم: ٩٢٧)

☆یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اس کا اکرام کرنا مستحب ہے۔

قبروں کی زیارت اور اس کے متعلقات

قبر کی زیارت کرنا مسنون ہے اس لئے کہ وہ موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور یہ زیارت عبرت حاصل کرنے نصیحت پکڑنے، مردوں کو سلام کرنے اور ان کے استغفار کے لئے ہونی چاہئے نہ کہ ان سے دعا کی درخواست کرنے، ان سے تبرک حاصل کرنے، یا ان کی قبروں سے تبرک حاصل کرنے کے لئے ہو یہ ساری چیزیں جائز نہیں ہے جیسا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ. فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ». ''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا۔ اب محمد کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو تم بھی ان کی زیارت کرو، یہ چیز آخرت کو یاد دلاتی ہے''۔ (سنن الترمذی: ۱۰۵۴) (صحیح)

تمام زندہ لوگوں کے لئے مردوں کو پکارنا، ان سے فریاد طلب کرنا، ان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کہنا، ان سے اپنی پریشانی دور کرنے کی التجا کرنا انبیاء اور صالحین کی قبروں کا طواف کرنا، قبروں کے پاس

ذبیحہ پیش کرنا حرام و شرک ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب جہنم کی دھمکی دی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: «لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلا ذَلِكَ لأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا». ''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر ایسا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی رہتی (حجرہ میں نہ ہوتی) کیوں کہ مجھے ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کی قبر کو مسجد نہ بنایا جائے''۔ (بخاری: ۱۳۳۰۔ مسلم: ۵۲۹)

کیا خواتین قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں؟

عورتیں بھی مردوں کی طرح قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں بشرطیکہ کثرت کے ساتھ نہ کریں، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- حدیث میں وارد رخصت (فزوروہا) اب تم قبروں کی زیارت کرو،، میں خواتین بھی شامل ہیں، جیسے ابتداء میں ممانعت میں دونوں شامل تھے۔

۲- جس سبب کی وجہ سے قبروں کی زیارت جائز ہے اس میں عورتیں بھی مردوں کی شریک ہیں یعنی قبریں آخرت یاد دلاتی ہیں۔

۳- عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

آپ نے فرمایا: کہو: «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ» ’’(اے مومن اور مسلمان گھر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلے جانے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحم کرے، ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں)‘‘۔(صحیح مسلم: ٩٧٤)

٤- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔(حاکم: ٣٧٧/١)

قبروں کی زیارت کے آداب

١- جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: «السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ»

''مؤمنین اور مسلم قبر والوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان تمام لوگوں پر رحم کرے اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں''۔(مسلم:۹۷۳)

۲-یا یہ کہے: «السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون». ''مؤمن قبر والوں! تم پر سلام ہو اور ان شاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں''۔(صحیح مسلم:۲۳۹)

۳- یا یہ کہے: «السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله لاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية». ''مؤمن اور مسلم قبر والو تم پر سلام ہو اور ہم بھی ان شاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں''۔

قبر کی زیارت کرنے والوں کے احوال

۱-اللہ تعالیٰ سے مردوں کے لئے دعا کرے، ان کے لئے استغفار کرے، ان کی حالت سے عبرت حاصل کرے اور آخرت کو یاد کرے، یہ شرعی زیارت ہے۔

٢-قبروں کے پاس اپنے لئے یا دوسروں کے لئے یہ گمان رکھ کر دعا کرنا کہ قبروں کے پاس دعا کرنا مساجد میں دعا کرنے سے افضل ہے بدعت ہے۔

٣-اللہ تعالیٰ سے کسی کے جاہ ونصب کا وسیلہ بنا کر دعا کرنا حرام ہے کیوں کہ وہ شرک تک پہچانے والی ہے مثلاً یہ کہے: اسالک یاربی بجہ فلان۔

٤-اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اصحاب قبور سے دعا کرنا شرک اکبر ہے مثلاً یہ کہے اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے ولی! اے فلاں! مجھے یہ عطا کر یا مجھے شفادے۔

جن اشیاء کے وسیلے سے دعا کی جاسکتی ہے

١-اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور صفات علیا کو وسیلہ بنا کے دعا کرنا:

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا﴾ [الأعراف: ١٨٠] ''اللہ تعالی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے ان ناموں کے ذریعہ پکارو''۔

دعائے استخارہ کے الفاظ بھی موضوع بحث پر دلالت کرتے ہیں:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ

وَلا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ». ''اے میرے اللہ ! میں تجھ سے تیرے علم کے بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلب گار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔اے میرے اللہ ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لئے استخارہ کیا جارہا ہے میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میرے لئے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو اسے میرے نصیب میں کر اور اس کا حصول میرے لئے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور

اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیااور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے یا(آپ نے یہ کہا کہ)میرے معاملہ میں وقتی طور پر انجام کے اعتبار سے (برا ہے)تواسے مجھ سے ہٹادے اور مجھے بھی اس سے ہٹادے۔پھر میرے لئے خیر مقدر فرمادے، جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کردے''۔آپ نے فرمایا:اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے۔(صحیح البخاری:١١٦٢)

٢-اپنے نیک عمل کووسیلہ بناکر دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

﴿رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلْتَ وَٱتَّبَعْنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّٰهِدِينَ﴾ [آل عمران: ٥٣]

''اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے''۔

ایک حدث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَيْنَمَا ثَلاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمْ الْمَطَرُ

فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنْ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالا عَمِلْتُمُوهَا لِلَّهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا فَقَالَ أَحَدُهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدِي وَإِنَّهُ نَاءَ بِيَ الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللَّهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الثَّانِي اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ

دِينَار فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَار فَلَقِيتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ وَلا تَفْتَحْ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الآخَرُ اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي فَقُلْتُ اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلا تَهْزَأْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لا أَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَأَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللَّهُ عَنْهُمْ».

"تین آدمی چل رہے تھے کہ بارش نے انھیں آلیا اور انھوں نے مڑ کر پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ اس کے بعد ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ اب بعض نے بعض سے کہا کہ تم نے جو

نیک کام کئے ہیں ان میں ایسے کام کو دھیان میں لاؤ جو تم نے خالص اللہ کے لئے کیا ہو تا کہ اللہ سے اس کے ذریعہ دعا کرو ممکن ہے وہ غار کو کھول دے۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے والدین تھے اور بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لئے بکریاں چراتا تھا اور واپس آکر دودھ نکالتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا اپنے بچوں سے بھی پہلے۔ ایک دن چارے کی تلاش نے مجھے بہت دور لے جا ڈالا چنانچہ میں رات گئے واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا پھر میں دوھا ہوا دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انھیں سونے میں جگاؤں اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں۔ بچے بھوک سے میری قدموں پر لوٹ رہے تھے اور اسی کشمکش میں صبح ہو گئی۔ پس اے اللہ! اگر تیرے علم ہیں بھی یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے کشادگی پیدا کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے (دعا قبول کی اور) ان کے لئے اتنی کشادگی پیدا کر دی کہ وہ آسمان دیکھ سکتے تھے

۔ دوسرے شخص نے کہا اے اللہ ! میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا، وہ انتہائی محبت جو ایک مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے اسے مانگا تو اس نے انکار کیا اور صرف اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں۔ میں نے دوڑ دھوپ کی اور سو دینار جمع کر لایا پھر اس کے پاس انھیں لے کر گیا پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے ! اللہ سے ڈر اور مہر کو مت توڑ۔ میں یہ سن کر کھڑا ہو گیا (زنا سے باز رہا) پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے کچھ اور کشادگی (چٹان کو ہٹا کر) پیدا کر دے۔ چنانچہ ان کے لئے تھوڑی سی اور کشادگی ہو گئی۔ تیسرے شخص نے کہا اے اللہ ! میں نے ایک مزدور ایک فرق چاول کی مزدوری پر رکھا تھا اس نے اپنا کام پورا کر کے کہا کہ میری مزدوری دو۔ میں نے اس کی مزدوری دے دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے ساتھ بے توجہی کی۔ میں اس کے اس بچے ہوئے دھان کو بوتا رہا اور اس طرح میں نے اس سے ایک گائے اور اس کا چرواہا کر لیا (پھر جب وہ آیا تو) میں نے اس سے کہا کہ یہ گائے اور چرواہا لے جاؤ۔ اس

نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ اس گائے اور چرواہے کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ انھیں لے کر چلا گیا۔ پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو (چٹان کی وجہ سے غار سے نکلنے میں جو رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اسے بھی کھول دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پوری طرح کشادگی کر دی جس سے وہ باہر آگئے۔(صحیح البخاری: ٥٩٧٤)

٣۔ کسی زندہ نیک آدمی کی دعا کو وسیلہ بنانا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قحط سالی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! مال ہلاک ہو گیا، اہل و عیال بھوکے ہو گئے، آپ ہمارے لئے دعا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے: «وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ، عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ ﷺ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنْ الْغَدِ وَبَعْدَ

الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الأُخْرَى وَقَامَ ذَلِكَ الأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ: غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ؛ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنْ السَّحَابِ إِلا انْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ».

''اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا اُمڈ آئی اور آپ ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کی مبارک داڑھی سے ٹپک رہا تھا، اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، (دوسرے جمعہ کو) یہی اعرابی (دیہاتی) پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا اللہ کے رسول اللہ! گھر گر گئے اور جانور ڈوب گئے، آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے، آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپ ہاتھ سے

بادل کے لئے جس طرف بھی اشارہ کرتے، ادھر مطلع صاف ہو جاتا، سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھااور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہااور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے"۔(صحیح البخاری: ۹۳۳)

کیامردے سنتے ہیں؟

صحیح موقف اور رائے یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کتناہی نیک، ولی یاپیغمبر ہو وہ اپنی موت کے بعد زندہ لوگوں کی کوئی بات نہیں سن سکتا، سوائے اس کے جو اسے اللہ سنادے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا۟ مُدْبِرِينَ ﴾ [النمل: ۸۰] "بیشک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں"۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے یوں فرمایا:

﴿ وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ﴾ [فاطر: ۲۲]

''زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''۔

جن حضرات کا باطل خیال یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں ان کے دلائل اور جوابات:

۱-بخاری کی ایک روایت جس میں اللہ کے رسول نے فرمایا: «إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ» ''قبر میں دفن کرنے کے بعد واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز میت کو سنائی دیتی ہے''(صحیح البخاری:۱۳۳۸)

جواب: اس حدیث سے یہ ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ مردے ہمیشہ اور ہر وقت سنتے ہیں، بلکہ اس میں تو صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ جب مردے کو دفن کر کے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو وہ اس وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، نیز اس حدیث کا سیاق بتاتا ہے کہ جب وہ آواز سنتا ہے اس وقت اس میں روح ڈالی جا چکی ہوتی ہے، تاکہ وہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دے سکے۔

۲- جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے قریش کے چوبیس (۲٤) مقتول سرداروں کو بدر کے ایک کویں میں پھینکنے کا حکم دیا، جب انہیں پھینک دیا گیا تو آپ ﷺ نے کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے نام لے کر

انہیں پکارا اور کہا: آج تمہارے لئے یہ بہتر نہیں تھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ؟ یقیناً ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ ہمیں مل گیا، تو کیا جو تمہارے رب کا تمہارے متعلق جو عذاب کا وعدہ تھا وہ تمہیں بھی مل گیا ہے؟ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ان لاشوں سے کیوں کلام کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو"۔

جواب: مذکور بالا حدیث سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مردے سنتے ہیں حالانکہ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پر اعتراض کیا اور پھر جواب میں رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ یہ بھی تمہاری مانند سن رہے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سننا ان مردوں کے ساتھ خاص تھا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ تھا، وگرنہ اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صاف فرمادیا ہے۔ آپ اہل قبور کو نہیں سنا سکتے،، جیسا کہ ابھی اوپر آیت میں گذرا ہے۔

۳-اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: ''تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، لہذا اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے''۔

جواب: اس حدیث میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں تمہارا درود سنتا ہوں بلکہ وہ تو فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہونچایا جاتا ہے، جیسا ایک روایت میں اس کی صراحت موجود ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور میری امت کی طرف سے بھیجا ہوا سلام مجھے پہونچاتے ہیں''۔

٤-جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا سکھائی: «السلام عليكم أهل الديار» ''اے اہل قبور! تم پر سلام ہو''۔

جواب: اس سے یہ استدلال کرنا مردے سنتے ہیں درست نہیں کیونکہ اس میں ایسا کوئی ذکر موجود نہیں، لیکن اس میں یہ اعترض کہ پھر سلام کہنے کا کیا مطلب؟ تو اس کا بھی جواب یہ ہے کہ ہم صرف اسی عمل کے مکلف ہیں جس کا شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے اور جس کے متعلق شریعت خاموش ہے ہمیں

بھی اس میں سکوت اختیار کرنا چاہئے، چونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اہل قبور کو سلام کرنے کی ترغیب دلائی ہے اس لئے ہمیں ان کو سلام کرنا چاہئے اور رہو سلام سنتے ہیں کہ نہیں یا اس کا جواب دیتے ہیں کہ نہیں اس کے متعلق شریعت خاموش ہے، لہذا ہمیں بھی اس میں بحث کرکے اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اپنے عمل وعقیدہ کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔

٥-ابو رزین کی روایت جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اہل قبور کے قریب سے گذرتے وقت ان کے دریافت کرنے پر یہ دعا سکھائی: السلام علیکم یاأھل القبور...............اے اہل قبر والو! تم پر سلامتی ہو،، تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے،،۔

جواب: یہ روایت منکر اور ضعیف ہے، اس وجہ سے قابل حجت نہیں، (السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی: ١١٤٧)

زیارت سے متعلق مسائل

☆جو دین اسلام کے علاوہ دوسرے دین پر مرے اس کی قبر کی زیارت صرف عبرت حاصل کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے، اس کے لئے دعا اور استغفار نہ کیا جائے بلکہ اسے جہنم کی بشارت دی جائے۔

☆قبرستان عبرت کی جگہ ہے لہٰذا اس میں درخت لگا کر یا عمدہ پختہ راستہ بنا کر یا چراغاں کر کے خوبصورت بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

☆بکثرت قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کے نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

☆زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبلہ رخ کھڑا ہو۔

☆دعا کے لئے اہل قبر کو وسیلہ بنانا جائز نہیں۔

☆زیارت کے دوران قرآن کی قرات ثابت نہیں۔

☆قبرستان میں جوتیوں کے ساتھ چلنا جائز نہیں الا کہ کوئی ضرورت ہو۔

جن کاموں سے میت کو فائدہ ہوتا ہے

☆مسلمان کی دعا جبکہ اس میں قبولیت کی شرطیں موجود ہوں:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ﴾ [الحشر: ١٠]

''اور وہ جو ان کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے''۔

☆اگر کوئی مسلمان کسی مردہ مسلمان کو ثواب پہنچانے کی خاطر کوئی عمل کرے تو یہ جائز ہے الا یہ کہ وہ شرعی حدود میں ہو مثلاً میت کے لئے استغفار کرنا، اس کی طرف سے حج و عمرہ کرنا، اس کی طرف سے صدقہ کرنا، اس کی طرف سے واجب روزہ رکھنا مثلاً نذر کا روزہ وغیرہ تو یہ جائز ہے۔

☆البتہ کچھ لوگوں کو کرایہ پر قرآن پڑھنے کے لئے بلانا اور اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا بدعت ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ان میں دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔اور وہ یہ ہیں۔اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل، پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آجاتا ہے اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔(بخاری: ٦٥١٤، مسلم: ٢٩٦)

☆☆☆